انجمن ترقی اردو ہند

کا

ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

ایڈیٹر:- آل احمد سرور

قیمت سالانہ
تین روپیہ
ایک پرچہ
دو آنہ
تاریخ اشاعت
۱، ۸، ۱۵، ۲۲

رجسٹرڈ نمبر
اے ۹۲۲
ٹیلیفون نمبر ۲۹
تار کا پتہ
"انجمن"
علی گڑھ

جلد ۱۶	علیگڈھ - یکم مارچ ۱۹۵۷ ع	شمارہ ۹

دفتدار

خلیل الرحمن اعظمی

مہدی افادی نے مولانا سید سلیمان ندوی کو ایک خط میں لکھا تھا کہ "دارالمصنفین کی کتابوں پر ایک عجیب بیوگی سی ٹپکتی ہے۔ سرورق پر کم از کم ایسے بیل بوٹے یا نقش و نگار تو ہوں جیسے منشی رحمت اللہ رعد نامی پریس کان پور کی مطبوعات پر دیتے ہیں۔" آج اگر مہدی مرحوم زندہ ہوتے تو دیکھتے کہ اردو زبان و ادب نے صرف اس شعبے میں کتنی ترقی کر لی ہے۔ کتابوں پر ایک موزوں سرورق دینا بذات خود ہمارے یہاں اب ایک فن کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ اب حاشیے کی بیل پر ہی قناعت نہیں کی جاتی بلکہ مصنف اور ناشر دونوں کو کتاب کی کتابت و طباعت سے پہلے اس بات کی فکر لاحق ہوتی ہے کہ کسی اچھے آرٹسٹ کا تعاون حاصل کیا جائے جو تصنیف کے موضوع اور اس کے نام کی مناسبت سے ایک نقش بنائے اس طرح گویا ہمارے یہاں کا مصنف اپنی کتاب یا اس کے نام کی تصنیف کے ساتھ ہمارے یہاں کے مصوروں کو ایک موضوع دے دیتا ہے جس پر ایک مزید فنی کارنامہ وجود میں آجاتا ہے اردو والوں نے پہلی بار عبدالرحمن چغتائی کے فنی کمالات سے شناسائی تو اس وقت حاصل کی جب انھوں نے غالب کے اشعار کو اپنی زبردست تخلیقی قوت سے رنگ اور خطوط کے پیکر میں ڈھالا لیکن اس تقریب سے وہ آہستہ آہستہ اردو کے ادیبوں سے اتنے قریب ہوئے کہ اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چغتائی مصور ہی نہیں ادیب و شاعر کا نام ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ چغتائی صاحب نے سب سے پہلے کس کتاب کا سرورق بنایا۔ اتنا یاد ہے کہ ۱۹۲۶ء، ۱۹۲۷ء میں جب پروفیسر رشید احمد صدیقی نے اپنا رسالہ سہیل نکالا تو اس کے سرورق کے لئے چغتائی سے فرمائش کی۔ چغتائی نے رسالے کے نام کو مد نظر رکھ کر جو سرورق بنایا اس کا سائز غالباً رسالے پر کچھ ٹھیک نہیں بیٹھا اس لئے رشید صاحب نے سہیل کا سرورق تو سادہ ہی رکھا البتہ چغتائی کے بنائے ہوئے سرورق کو علیحدہ تصویر کی طرح چھاپ کر اندر لگوا دیا۔ گویا رشید صاحب کے ذہن میں بھی یہ بات آئی کہ چغتائی کا یہ نقش سرورق کے علاوہ اپنی ایک فنی حیثیت بھی رکھتا ہے۔ اس کے بعد چغتائی صاحب نے متعدد شاعروں اور افسانہ نگاروں کی تصانیف پر بڑے خوبصورت اور دلآویز سرورق بنائے۔ نقش فریادی (فیض)، ماورا (ن۔ م۔ راشد)، طلسم خیال (کرشن چندر)، فروزاں (جذبی)، سرخ سویرا (مخدوم محی الدین)، طلوع و غروب (احمد ندیم قاسمی) وغیرہ اس سلسلے کے ابتدائی نمونے ہیں۔ رسالوں میں کارواں، ادب لطیف، ساقی، ادبی دنیا، سویرا، نقوش وغیرہ نے بھی ان کی خدمات حاصل کیں۔ ان کی دیکھا دیکھی یہ رسم عام ہو گئی کہ کتاب یا رسالے کے سلسلے میں کسی نہ کسی مصور سے بھی دوستی کی جائے مکتبہ اردو، مکتبہ جدید، ساقی بک ڈپو، گوشۂ ادب، ادارہ فروغ اردو، مکتبہ کارواں، اردو بک اسٹال، آزاد کتاب گھر نیز لکھنؤ، دہلی، لاہور، کراچی، پشاور کے تمام ناشروں نے اس طرح کا اہتمام شروع کیا اور اس طور پر مصوری کے ایک

سے ایک خوبصورت نمونے ہمارے سامنے آتے ہیں اور کتاب کی زینت بڑھانے کے ساتھ ہمارے لطیف فنی ذوق کی تسکین کا سامان بھی فراہم کرتے ہیں۔ چغتائی کے بعد اردو ادب کے طالب علموں کے لئے نئی نسل کے اور مصوروں کے فن میں دلکشی نظر آئی۔ اس سلسلے میں سوبھا سنگھ، فیروز، زدبی، حنیف رامے، ذوالقرنین، عبدالحق، جالی، زبیدہ آغا اور حمید الملکی وغیرہ ہم سے قریب آئے۔ سوبھا سنگھ اور فیروز نے دہلی کی چھپی ہوئی کتابوں پر بعض اچھے سرورق دیئے جن میں شکست (کرشن چندر)، سلاسل (جاں نثار اختر)، گرداب (اختر الایمان)، گیت ہی گیت (میراجی)، اس نظم میں (میراجی)، پاگل (سلام مچھلی شہری) وغیرہ کے سرورق بڑے دلاویز ہیں۔ زدبی اور حنیف رامے اس وقت پاکستان کے اعلیٰ درجے کے مصوروں میں ہیں ان کی عام فنی تخلیقات بھی اردو رسالوں کے ذریعہ ہی منظر عام پر آرہی ہیں اور اس وقت پاکستان سے جتنی خوبصورت کتابیں چھپ رہی ہیں ان کا سرورق عام طور پر انہیں دونوں مصوروں کا بنایا ہوا ہوتا ہے ان دونوں کو تصویریں بناتے بناتے اردو سے اتنی دلچسپی ہوئی کہ انھوں نے خود اپنے رسالے نکال لئے اور ان کی ترتیب کا کام بھی اپنے ذمہ لیا۔ حنیف رامے اس وقت اردو کے موقر ادبی رسالہ "سویرا" کے ایڈیٹر ہیں اور نیا ادارہ اور مکتبہ جدید کی مطبوعات کے سرورق کے علاوہ ان کی آرائش اور ان سے متعلق اور بھی تصویروں کا اضافہ کیا ہے۔ مکتبہ جدید نے محمد حسن عسکری کا مرتب کیا ہوا طلسم ہوش ربا کا جو انتخاب شائع کیا ہے اس پر رامے نے اپنے بہت سے فنی شاہکاروں کا بھی اضافہ کیا ہے اور نیا ادارہ نے مختار صدیقی اور قتیل شفائی کے مجموعے بہت خوبصورت ٹائپ میں شائع کئے ہیں جن میں سرورق کے علاوہ ہر ہر صفحہ حنیف رامے کا آراستہ کیا ہوا ہے زدبی نے مکتبہ اردو اور ادارہ فروغ اردو کی متعدد کتابوں کے خوبصورت سرورق بنائے ہیں جن میں نثار عزیز کے ناول "نگری نگری پھرا مسافر" کا سرورق تو اتنا عمدہ ہے کہ اس کی داد نہیں دی جا سکتی۔ حلقہ ارباب ذوق کے سہ ماہی رسالے "نئی تحریریں" کا سرورق بھی زدبی نے بنایا تھا۔ اب چوتھے شمارے کا سرورق حمید الملکی نے بنایا ہے۔ پاکستان کلچرل سوسائٹی کا سہ ماہی رسالہ "نیا دور" جو جمیل جالبی کی ادارت میں نکلتا ہے اس کے دو شماروں کا سرورق زدبی نے تیسرے شمارے کا زبیدہ آغا نے اور چوتھے شمارے کا عبدالرحمٰن چغتائی نے بنایا ہے۔ زدبی نے اردو کے متعدد ادیبوں اور شاعروں کی قلمی تصویریں اور ان کے خاکے بھی بنائے۔ مجنوں کی تصویریں محمد حسن عسکری اور منٹو کے رسالہ "اردو ادب" میں شائع ہوچکی ہیں۔ فیض، امتیاز علی تاج، ممتاز مفتی، اشفاق احمد اور منٹو کے خاکے زدبی نے خوب بنائے ہیں۔ محمد طفیل کی کتاب "صاحب" اور شوکت تھانوی کی "بے قاعدہ" میں بھی زدبی کی بنائی ہوئی ادیبوں کی قلمی تصویریں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ فراق، عصمت چغتائی، صلاح الدین احمد، یگانہ، ذوالفقار علی بخاری، کرشن چندر، پطرس، وقار عظیم وغیرہ کے اسکیچ تو بہت ہی عمدہ ہیں ان اسکیچوں کو دیکھ کر بے اختیار جواں مرگ مصور اویانا مرحوم کی یاد آتی ہے جس نے پہلی بار جگر، جوش اور مجاز کے پنسل اسکیچ تیار کئے تھے جو ان کی تصانیف شعلۂ طور، فکر و نشاط، شب تاب میں شامل ہیں۔ زدبی نے اب کراچی میں اردو کا ایک پبلشنگ ہاؤس بھی قائم کیا ہے جس کا نام مکتبہ شعور ہے اور انھیں کی ادارت میں "شعور" نام کا ایک خوبصورت رسالہ ٹائپ میں نکلا ہے۔ اس رسالے میں مضامین اور افسانوں کے بالمقابل زدبی نے ان کے لکھنے والوں کے خاکے بھی بنائے ہیں جن میں ممتاز شیریں، شوکت صدیقی اور عندلیب شادانی کے خاکے بڑے دلاویز ہیں۔ زدبی نے اسی مکتبے سے نوجوان شاعر عبدالعزیز خالد کی تمثیلی نظموں کا مجموعہ "زرداغ دل" خوبصورت ٹائپ میں شائع کیا ہے اس کے ہر ہر صفحے پر مصنف کے علاوہ آرٹسٹ کی بھی مہر لگی ہوئی ہے۔

جالی پاکستان کے ایک نوجوان آرٹسٹ ہیں جن کو حال ہی میں مرزا ادیب نے "ادب لطیف" کے ذریعے متعارف کرایا ہے۔ سالنامہ "ادب لطیف" کے خوبصورت سرورق کے علاوہ سجاد ظہیر کی نئی کتاب "روشنائی" کا سرورق بھی انھوں نے خوب بنایا ہے۔ رسالہ دستور (دہلی) میں جالی کے بنائے ہوئے آل احمد سرور، تلوک چند محروم اور صوفی تبسم کے کارٹون بھی حال ہی میں چھپے ہیں۔

عبدالحق جامعہ ملیہ دہلی کی پیداوار ہیں اور ان کا طرز انفرادی رنگ رکھتا ہے۔ آزاد کتاب گھر کی مطبوعات فروزاں (جذبی)، آہنگ (مجاز) اور دست صبا (فیض) پر انھوں نے بڑے بامعنی اور خوبصورت سرورق دیئے ہیں۔ آج کل عبدالحق امریکہ مصوری کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے چلے گئے ہیں۔ اس لئے آزاد کتاب گھر اپنی حالیہ مطبوعات کے سلسلے میں وہی پرانی بیل بوٹے والی روش اختیار کرنے پر مجبور ہو گیا جس کا سب سے مضحک نمونہ دیتیم اور کاغذی پیرہن ہیں۔

(باقی ص ۱۲ پر)

ہماری زبان

یکم مارچ ۱۹۵۷ء

ہمارا ادبی حلقہ

ہم نے اکثر محسوس کیا ہے کہ اچھی اور معیاری کتابیں اردو میں شائع تو ہوتی ہیں۔ مگر ان کی تعداد کافی نہیں۔ دراصل ادب کو ترقی اور تسلسل اسی وقت نصیب ہو سکتا ہے جب اچھے ادب کی اشاعت جاری رہے اور اس طرح زندگی کا علم و عرفان اور اس کے متعلق بصیرت و بشارت عام ہوتی رہے۔ انجمن ترقی اردو ہند اور دوسرے ادارے برابر سنجیدہ اور علمی ادب شائع کرتے ہیں۔ مگر آج بھی اچھی کتابوں کی اشاعت نہ ہمارے حوصلے کے مطابق ہے اور نہ ہماری ضروریات کے مطابق۔ ہمارا فرض ہے کہ ان لوگوں کو جو سنجیدہ ادب کے دلدادہ ہیں اور ادب کو چاشنی اور چٹخارے سے بلند سمجھتے ہیں۔ اچھی کتابوں کے خریدنے پر مائل کیا جائے۔ آج بھی ایک قابل ذکر تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو کتابیں خرید کر نہیں پڑھتے بلکہ مانگے تانگے سے کام چلاتے ہیں۔ حالانکہ یہی لوگ معمولی چیزوں پر اچھا خاصا روپیہ صرف کرتے ہیں۔ اگر اردو میں اچھی کتابیں خریدنے کا رواج عام ہو جائے، لوگ اپنی اپنی چھوٹی چھوٹی لائبریریاں بنانے لگیں، اردو کے اچھے اخبار اور رسالے خریدنے لگیں، تو لکھنے والوں، ناشروں اور صحافیوں سب کی بڑی خدمت ہو سکتی ہے۔

یہی سوچ کر ہم نے ایک ادبی حلقہ قائم کیا ہے۔ جو لوگ اس حلقے کے ممبر ہوں گے انھیں 'ہماری زبان' اور 'اردو ادب' کے علاوہ ۲۵ روپے کی انجمن کی کتابیں ہر سال دی جائیں گی۔ یہ لوگ ۳/- روپے سال ادا کر کے ۲۸ روپے کی مطبوعات حاصل کرنے کے حقدار ہوں گے۔ تیس روپے یک مشت بھی ادا کئے جا سکتے ہیں اور مناسب قسطوں میں بھی۔ اگر اس حلقے کے ممبر اچھی تعداد میں بن گئے تو انجمن کو اپنا اشاعتی پروگرام تیز کرنے کا موقع ملے گا۔ کتابوں کی قیمتیں کم رکھنے کی توفیق ہوگی اور انجمن کا رشتہ اہل ذوق اور عوام سے اور مضبوط اور گہرا ہوگا۔ اچھی کتابیں شائع کرنے اور خریدنے پر کوئی پابندی نہیں ہے نہ کوئی حکومت اسے روک سکتی ہے نہ کوئی تنگ نظر یا متعصب حلقہ۔ اچھا ادب عام ہوتا رہے تو زبان کی مقبولیت اور اپیل گہری اور پائیدار ہو سکے گی۔

ہم نے اپنے "دل کے داغ" نمایاں کر دیے ہیں، اب دیکھنا ہے کہ بقول فانی ہمارے یہاں "نقاد سوزِ دل" کتنے ہیں۔

علی گڑھ ہسٹری آف اُردو لٹریچر

اردو میں ابھی تک کوئی جامع تاریخ ادب اردو نہیں ہے۔ جو چند کتابیں ہیں ان کی افادیت مسلم، مگر گزشتہ پچیس سال میں تحقیق و تنقید کا جو خزانہ رسالوں کے مضامین اور بعض تصانیف کے ذریعے سے سامنے آیا ہے اس سے ابھی پورا کام نہیں لیا گیا۔ ڈاکٹر رام بابو سکسینہ نے انگریزی میں جو اردو ادب کی تاریخ لکھی تھی وہ پہلی جنگ عظیم کے بعد تک کے ادب کا ایک اچھا جائزہ تھی۔ مرزا محمد عسکری نے اس کا ترجمہ کر کے اور ضروری اضافے کر کے اسے اور مفید بنا دیا مگر اس کے بعد ہماری معلومات میں جو اضافہ ہوا ہے اور ہمارے تنقیدی شعور میں جو خوشگوار تبدیلیاں ہوئی ہیں ان کی روشنی میں ایک جامع تاریخ ادب اردو کی ضرورت اور بھی شدید ہو جاتی ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے اب اس کی تیاری شروع کر دی ہے اور پروفیسر رشید احمد صدیقی کی نگرانی میں ماہرین کے مشورے سے پانچ جلدوں میں ایک جامع تاریخ تیار کرنے کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔ اس کتاب کی تیاری میں کیمبرج ہسٹری آف انگلش لٹریچر سامنے ہے۔ تمام تذکروں کی چھان بین تاریخی مواد کی فراہمی، شعراء کے کلام کا نئے سرے سے مطالعہ، تحریکوں، رجحانات اور تاریخی منزلوں کا احساس، معمولی کام نہیں ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ عظیم الشان کام اسی محنت، توجہ، دیدہ ریزی سے انجام پائے گا جس کا یہ مستحق ہے۔ اردو ادب کی وسعت و جامعیت علمی دنیا کے سامنے آئے گی۔ اور اس کے ذریعے سے تحقیق و تنقید کی نئی نئی راہیں کھلیں گی۔

نمبر کا حوالہ مہربانی فرما کر خط کتابت کے موقع پر خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجیے اس سے دفتر کو بہت سہولت ہو جاتی ہے آپ کا خریداری نمبر پتے کی چٹ پر ہمیشہ درج کیا جاتا ہے۔ (منیجر)

اردو لغت

معزز معاصر ہماری زبان علی گڑھ نے ۱۰۔ جنوری کی اشاعت کے مقالہ افتتاحیہ میں اردو کی ایک جامع لغت کی ضرورت پر روشنی ڈالی ہے اور لکھا ہے کہ چونکہ فرہنگ آصفیہ اور نوراللغات کی اشاعت کے بعد سے اردو میں بہت سے انگریزی، ہندی اور دوسری زبانوں کے الفاظ داخل ہو گئے ہیں۔ اس لئے یہ لغات اب جامع نہیں کہی جا سکتی۔ ہمارا ارادہ ہے کہ مولوی عبدالحق صاحب کی نگرانی میں جو کام ہوا تھا اسے بنیاد بنا کر تمام لغات کا اضافہ کیا جائے جو اب اردو میں رائج ہو گئے ہیں۔"

یہ ایک مبارک خیال ہے اردو کا ایک جامع لغت اور انسائیکلو پیڈیا بھی ہونا ازبس ضروری ہے۔ ۱۹۴۲ء میں ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد دکن نے "مخزن علوم و فنون" یعنی اردو انسائیکلو پیڈیا شائع کرنے کے لئے ڈاکٹر قادری کی صدارت میں ایک مجلس کا قیام عمل میں لایا تھا اور تقریباً ۰۰ صفحات کا ایک حصہ بھی شائع کیا تھا۔ مگر بعد میں یہ اہم کام التوا میں پڑ گیا۔

اب اگر انجمن ترقی اردو ہند لغت اور انسائیکلو پیڈیا شائع کرنے کا بیڑا اٹھائے گی تو یہ ایسا کام ہوگا جس پر محبان اردو دائمی فخر کریں گے۔

اس سلسلے میں ہم ہر اردو دوست سے درخواست کریں گے کہ وہ اس اہم کار خیر میں انجمن ترقی اردو کا ہاتھ بٹائیں اور ہر ممکن امداد کریں۔ (روشنی سرینگر)

غلام نبی صاحب سری نگر سے تحریر فرماتے ہیں:۔

یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ہماری زبان ترقی کی رفعتوں کو چھو رہا ہے غالباً ملک میں یہ ایک واحد پرچہ ہے جو اردو کی بقا کے لئے ہمہ تن کوشاں ہے اور ان پر خلوص کوششوں کے نتائج بھی یقیناً اچھے ہی ثابت ہوں گے۔

خلیل الرحمن اعظمی کو مبارک ہو کہ ان کا مضمون رفتار اپنے اندر ایک انفرادیت لئے ہے۔ اس سلسلے کو جاری رکھئے اداریہ بھی خوب ہوتا ہے۔ اردو لغت شائع کرنے کا اقدام قابل تحسین ہے۔ آپ اس کے بارے میں مزید تفصیلات شائع کریں تاکہ ہم سے بھی کوئی خدمت ہو سکے۔

ماں! میں کہاں سے آیا ہوں؟

——— گورودیو رابندر ناتھ ٹیگور

بچے نے اپنی ماں سے پوچھا — "ماں! میں کہاں سے آیا ہوں؟ تم مجھے کہاں سے اٹھا لائی تھیں؟"

ماں نے ہنستے ہوئے بچے کو سینے سے لگا لیا، اس کی آنکھیں بھر آئیں اور وہ بولی — "میری آتما، تم میری تمنا کے روپ میں میرے دل میں چھپے تھے تم میرے اس کھیل میں چھپے تھے جو میں بچپن میں کھیلا کرتی تھی، تو کتنی ہی بار میں نے تمہاری مورتی کو اپنے ہاتھوں سے بنایا، توڑا اور پھر بنایا! — تمہیں میں دیوتا کے ساتھ پوجا کی چوکی پر بٹھایا کرتی تھی — دیوتا کی پوجا میں تیری پوجا بھی کرتی تھی تم میری اس خواہش میں موجود تھے جو ہمیشہ میرے من میں رہتی تھی۔ — تم میرے پریم کے جوار میں تھے — تم سدا سے اپنی ماں اور اس کے سارے خاندان میں تھے ہمارے اس قدیم پریوار میں، ہمارے گھر کے دیوتاؤں کے دلوں میں تم کب سے بسے تھے کوئی نہیں کہہ سکتا — جب میں نئی نئی جوان ہوئی تھی اور میرا دل پھول کی طرح کھلا ہوا تھا، اس سے تم میری کایا کے روپ میں گھلے ہوئے تھے — تم میرے ہر انگ میں، ہر انگ کی کوملتا اور نرمی میں چھپے تھے — تمہارے نرم جسم کی کوملتا میری رگ رگ میں سموئی ہوئی تھی — تم ہمارے دیوتاؤں کے پریم کا خزانہ ہو — تم عہد قدیم میں بھی موجود تھے — تمہارا جنم پربھات کی پہلی کرن کے ساتھ ہوا تھا۔ تم اس سنسار کے وہ سنہرے خواب ہو جو آنند کی باڑھ میں میری گود تک آیا — اچانک جب میری نظر تم پر پڑی تو میں تمہارے وجود کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکی — معلوم نہیں یہ کیسے ہوا کہ تم جو ہر کسی کی انمول پونجی تھے میرے ہاتھ لگے تم میرے کیسے ہو گئے —؟ جب میں تمہیں — چومتی ہوں، تو میں اپنے ہی ارمانوں کا منہ چومتی ہوں — اور اپنی ماں کے سب کچھ، تم میرے دل کے ٹکڑے ہو ایک مدھر ہنسی کے روپ میں تم عالم وجود میں آئے ہو — اس لئے میں سدا ڈرتی ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں تمہیں کھو بیٹھوں — میں چاہتی ہوں تمہیں سدا سینے سے لگائے رکھوں — ایک پل کے لئے بھی، جب تم مجھ سے دور چلے جاتے ہو، تو دکھ سے میری آتما کراہنے لگتی ہے —! اے میرے من موہنا! میں تمہیں کن بیڑیوں سے پابند کرکے رکھوں؟ اے اس سنسار کے انمول رتن! جی چاہتا ہے کہ ان دونوں باہوں میں سدا سینے سے چپکائے رکھوں؟

(بنگلہ سے براہ راست ترجمہ فنکار نہچی)

انجمن کی خبریں

امروہہ (یوپی) یہاں ۱۷ فروری کو انجمن کا تیسرا سالانہ علمی و ادبی اجتماع اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ منایا گیا۔ کارروائی کا آغاز مقابلہ بیت بازی سے ہوا جس کی صدارت ڈاکٹر محمد حسن الدین خاں صاحب ریٹائرڈ میڈیکل آفیسر نے کی۔ اس مقابلے میں امروہہ یوتھ ایسوسی ایشن اول رہی اور نسیم احمد عباسی کو خصوصی انعام دیا گیا۔

دوسری نشست صدر انجمن جناب حکیم کلب علی صاحب شاہد کی صدارت میں علمی مباحثہ کی ہوئی۔ عنوان تھا "یو۔ این او۔ امن عالم قائم کرنے میں ناکام ہے" اس مباحثہ میں امام المدارس انٹر کالج دار العلوم چلّہ۔ دار العلوم سید المدارس اور مرکز تعلیم کے طلبہ نے حصہ لیا جس میں امام المدارس کی ٹیم کو ٹرافی حاصل کرنے میں تیسرے سال پھر کامیابی ہوئی۔ اس سلسلہ میں عارف حسین متعلم درجہ پنجم کو ایک خصوصی انعام بھی ملا۔ تحریری مقابلوں میں کامیاب طلبہ و طالبات کو بھی تقریباً بیس انعامات دئے گئے۔

تقریب کے خاتمے پر صدر نے جمال احمد صاحب نقاش اور ماسٹر محمد احسان حسین صاحب منیجر مسلم اسکول کا شکریہ ادا کیا جن کا انتظامی معاملات میں بہت تعاون حاصل رہا۔ اسی شب جناب مجاہد علی خاں کے مکان پر انجمن کی علمی و ادبی نشست ہوئی جس میں جناب سید تقی حسن صاحب نقوی نے ایک گراں قدر اور وقیع مقالہ پڑھا۔ حضرت روشن صدیقی نے اردو پر اپنی معرکہ آرا نظم سنائی اور حضرت شہباز بلند پرواز امروہوی نے قطعات پیش کئے اور اس طرح سامعین کے شکریہ کے ساتھ یہ بزم سخن ختم ہوئی

جناب پروفیسر آل احمد سرور سکریٹری انجمن ترقی اردو ہند کا جلسے میں شرکت کا حتمی ارادہ تھا لیکن وقت پر ناسازی طبع کی وجہ سے موصوف تشریف نہ لا سکے اس لئے سب لوگوں کو بڑی مایوسی ہوئی۔ تاہم جلسہ ہر طرح کامیاب رہا۔ (نامہ نگار)

نوگاؤں جناب یعقوب حسن صاحب رئیس نوگاؤں کی صدارت میں ۱۹ فروری کو حسن ثمنی صاحب کے مکان پر شاخ انجمن ترقی اردو کا ایک جلسہ ہوا۔ جس میں انجمن کے سکریٹری عمادالحسن صاحب نے سالانہ رپورٹ پڑھ کر سنائی۔ اس کے بعد نئے عہدے داران کا انتخاب ہوا جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

صدر:۔ جعفر حسین صاحب۔ نائب صدر:۔ یعقوب حسین صاحب جنرل سکریٹری:۔ عمادالحسن فکر۔ پروپیگنڈا سکریٹری:۔ محمد تحسین نسیم سکریٹری:۔ بدرالدین۔ نائب سکریٹری:۔ سجاد حسین صاحب خازن:۔ مظفر حسین صاحب۔ ایڈیٹر:۔ امیر حسن صاحب مخفی۔ سکریٹری نشرو اشاعت:۔ رضا حسین صاحب شبنم۔

اس کے بعد ایک طرحی مشاعرہ جناب وفا نوگانوی کی صدارت میں ہوا جس میں جناب سہیل، جناب بدر، جناب نسیم، جناب فکر، جناب ناشاد، جناب مخفی اور جناب شبنم صاحبان نے کلام سنائے۔

حیدرآباد (آندھرا) اردو ہال حیدرآباد میں، پروفیسر آغا حیدر حسین نے اردو کالج کی بزم ادب کا افتتاح کرتے ہوئے اپنا خیال ظاہر کیا کہ ہندستان میں اردو کا مستقبل تشویش ناک ہے۔ اردو وہ زبان ہے جس نے دو تین سو سال قبل ہندستان میں جنم لیا تھا اور رفتہ رفتہ تمام ہندستان کی زبان بن گئی۔ انھوں نے کہا کہ اردو رسم خط عالمگیر ہے اسے ترک نہ کرنا چاہئے۔ انھوں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ اردو کو آسان اور عام فہم ہونا چاہئے کیونکہ زبان کی ترقی کا یہی راز ہے۔

پروفیسر حبیب الرحمٰن معتمد مجلس انتظامی اردو کالج نے اس بات کی تردید کی کہ اردو کا مستقبل ہندستان میں تشویشناک ہے۔ انھوں نے کہا کہ کسی زبان کو حکومت کی سرپرستی سے ترقی نہیں ملتی بلکہ خود عوام ہی سے اس کو ترقی ملتی ہے۔ پروفیسر حبیب الرحمٰن نے حکومت کے رویّے کو سراہتے ہوئے کہا کہ حکومت اور محکمہ تعلیمات نے اردو کالج کے امتحانات کو تسلیم کر لیا ہے جس سے اردو کا مستقبل اور بھی شاندار ہو گیا ہے۔

پروفیسر سروری نے کہا کہ اردو کا ایک تہذیبی مقام ہے اور وہ تمام ہندستانی زبانوں کے ساتھ ترقی کر رہی ہے۔ اس جلسے کی صدارت پروفیسر عبدالقادر سروری فرما رہے تھے۔

پانسوٹ (گجرات) جناب شاہد رشید کی صدارت میں ۱۴ر فروری کو ایک جلسہ ہوا جس میں انجمن کے سکریٹری جناب صہبا نجمی نے سب کمیٹی کا بنایا ہوا دستور عمل پڑھ کر سنایا جسے چند ترمیموں کے بعد اتفاق رائے سے منظور کیا گیا۔

اس کے بعد انجمن کے زیر نگرانی ایک لائبریری کے قیام

پر بھی غور کیا گیا۔ اور طے ہوا کہ انجمن فی الحال ایک لائبریری کے کل اخراجات برداشت کرنے کے قابل نہیں ہے اس لئے تمام ممبران مشترکہ طور پر ضروری اشیاء فراہم کرنے میں مدد دیں جن کا ممبران نے وعدہ کیا

آخر میں مقامی شعرائے حاضرین کو اپنے کلام سے محظوظ فرمایا اور مجلس کامیابی کے ساتھ برخاست ہوئی۔

آگرہ مغیث الدین صاحب فریدی جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو شاخ آگرہ اطلاع دیتے ہیں۔

انجمن ترقی اردو شاخ آگرہ کا ایک جلسہ حضرت میکش اکبرآبادی نائب صدر انجمن ترقی اردو آگرہ کے دولتکدہ پر ۱۹۔ فروری کو بوقت ۷ بجے شب منعقد ہوا جلسہ کی صدارت کے فرائض عالی جناب پنڈت راج ناتھ کنزرو صدر انجمن ترقی اردو آگرہ نے انجام دئے پہلے شاخ آگرہ کے سکریٹری نے گزشتہ جلسے کی رپورٹ پیش کی۔ اس کے بعد پروفیسر آل احمد سرور جنرل سکریٹری کل ہند انجمن ترقی اردو علی گڑھ نے ایک بصیرت افروز تقریر کی سرور صاحب نے فرمایا کہ حکومت ہماری زبان کے چلن کو تسلیم نہیں کرتی تو اس کا قصور ہے ہم اردو والوں کو بددل یا ہراساں نہ ہونا چاہئے۔ ہم حکومت کو نرمی سے بھروسے اور اطمینان سے اس کا فرض یاد دلائیں۔ اردو کے ساتھ سرکاری طور پر انصاف نہ ہوا۔ ہو مگر اردو ادب کی مقبولیت کسی طرح کم نہیں ہے۔ اردو کے اچھے شعراء کا کلام ہندی میں شائع ہو چکا ہے۔ اردو کے مشاعروں اور جلسوں میں ہر عقیدہ اور مذہب کے لوگ شریک ہوتے ہیں۔ اردو اشعار کے حوالے پارلیمنٹ کی سنجیدہ محفلوں میں دئے جاتے ہیں۔ ہم لوگوں نے اداروں پر تنقید اپنا شعار بنا لیا ہے۔ اس سے ہمیں تسکین ہو جاتی ہے مگر ہم یہ نہیں سوچتے کہ جب تک ہم اپنی زبان کے حقوق خود ادا نہیں کریں گے اس وقت تک ہماری زبان حکومت سے اپنا حق نہیں لے سکے گی۔ سرور صاحب نے اردو کے ہمدردوں سے یہ بھی کہا کہ آپ کی زبان کا مستقبل آپ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ جذباتی ہمدردی رکھیں۔ عملاً کچھ بھی نہ کریں تو البتہ زبان کا مستقبل خطرے میں پڑ سکتا ہے۔ اس وقت پورے ملک میں اردو کی ترویج و اشاعت کرنے والی صرف انجمن ترقی اردو ہے جو مرتب اور منظم طریقے پر اردو کی اشاعت کر سکتی ہے۔ آپ انجمن ترقی اردو کے ممبران کی تعداد میں اضافہ کیجئے شہر میں اردو کی ابتدائی تعلیم کا معقول بندوبست کیجئے پھر حکومت اور دوسرے لوگوں سے مطالبہ کیجئے کہ وہ اردو کو اس کا جائز حق دیں۔ سرور صاحب کی تقریر کے بعد ایک مشاعرہ ہوا جس میں پروفیسر آل احمد سرور۔ حضرت میکش اکبرآبادی حضرت نظام فتح پوری صدر بزم ادب پروفیسر مغیث الدین فریدی۔ حضرت ہوش اکبرآبادی جناب باغ اکبرآبادی جناب پرواز میرٹھی جناب صبا اکبرآبادی جناب حکیم عشرت اکبرآبادی۔ جناب ماجد حسن فریدی جناب سبین فریدی فتح پوری جناب ولایت مارہروی جناب اصغر اکبرآبادی جناب اسرار حسین اسرار اور جناب تنویر مصطفیٰ کے علاوہ ہندی کے دو مشہور کوی پروفیسر کلدیپ اور شری میان ودھی ایڈیٹر نو بھارت آگرہ نے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ فرمایا۔ اراکین انجمن کے علاوہ اس جلسے میں ملک کے مشہور نقاد اور ممتاز افسانہ نگار پروفیسر مجنوں گورکھپوری اور دیگر ہمدردان اردو نے جلسے میں شرکت کی جلسہ ہا ۱۲ بجے رات کو ختم ہوا۔

تذکرہ جے پور ۲۳۔ فروری ۵۵ء کے ہماری زبان میں انجمن کی خبروں میں احترام الدین صاحب کے مرتب کردہ تذکرے کا نام تذکرہ راجستھان چھپ گیا ہے

یہ تذکرہ صرف شعرائے جے پور کا ہے اس کا نام "تذکرہ جے پور" ہے۔ کئی جز لکھے جا چکے ہیں اور پریس جا چکے ہیں۔ اندازہ ہے کہ یہ مسود تذکرہ تقریباً ۰۰ ۱۵ صفحوں پر شائع ہوگا اور اس کی قیمت ۲/- روپے کے لگ بھگ ہوگی۔

غزل

وہ کیا گئے کہ زیست کا ساماں نہیں رہا
رونق تھی جس کے دم سے وہ مہماں نہیں رہا

صیاد نے تو شاخ نشیمن ہی کاٹ دی
اب اپنے واسطے یہ گلستاں نہیں رہا

کیا ہے جو چار تنکے نشیمن کے جل گئے
مغرور بجلیوں کا تو احساں نہیں رہا

غم نے ہزار حسرت و ارماں بسا لئے
دل اب بہ ہر صفات بیاباں نہیں رہا

جوش جنوں میں خضر نہ چھانی ہو جس کی خاک
کوئی بھی ایسا کوہ و بیاباں نہیں رہا

(خضر برنی)

اُردو دُنیا

اُردو میں پوسٹر آگئے روزنامہ "انکار" بھوپال نے لکھا ہے کہ اخبارات کی نکتہ چینی کے سبب شہر بھوپال میں بھی اب کانگریس کی جانب سے اردو زبان کے پوسٹر لگائے گئے ہیں لیکن پارٹی کا مینی فسٹو ابھی تک اردو میں نہیں آیا۔ واضح رہے کہ ان پوسٹروں کا تعلق الیکشن کے سلسلے سے ہے۔

ہمایوں یہ خبر افسوسناک ہے کہ پاکستان کا قدیم علمی و ادبی ماہنامہ "ہمایوں" ۳۵ سال تک ادب کی خدمت کرتا رہا، آخرکار جنوری ۱۹۵۷ء میں بند ہوگیا۔ اس رسالے کی ادارت میاں بشیر احمد آخر وقت تک بڑی فرض شناسی اور انہماک کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ ہمایوں کا یہ انجام ہمارے ادبی سرمائے کے لئے ایک تکلیف دہ حادثہ ہے۔ کاش پاکستان کے اردو دوست اسے جاری رکھ سکتے۔

لالہ کرم چند پچھلے دنوں دلی میں مشہور ہفت روزہ اخبار "پارس" کے ایڈیٹر اور مالک لالہ کرم چند صاحب جو ہسپتال میں بغرض علاج داخل ہوئے تھے انتقال فرماگئے۔

لالہ کرم چند کا اخبار تعصب و تنگ نظری سے دامن بچاکر کم و بیش تیس سال تک شائع ہوتا رہا۔ ان کا اصل وطن لاہور تھا اور ۱۹۴۷ء کے ہنگاموں میں بے سروسامانی کے عالم میں ہندوستان آئے تھے۔ اور دہلی میں پارس کی اشاعت شروع کر دی تھی۔ لالہ کرم چند کی موت ایک انسانیت دوست صحافی کی افسوسناک موت ہے۔

کشمیر میں یوم غالب جناب خضر مغربی صاحب کی صدارت میں یہاں ۱۹۔ فروری کو ٹنکو میموریل ہائی اسکول کے ہال میں بزم اردو کشمیر کے زیر اہتمام بڑے پیمانے پر یوم غالب منایا گیا۔ جس میں شمیم احمد شمیم، پروفیسر شکیل الرحمٰن، غلام نبی اور ماؤ جیتم چند صاحبان نے غالب کی شاعری پر مختلف زاویوں سے روشنی ڈالی۔ اس کے بعد محفل مشاعرہ منعقد ہوئی جس میں دینا ناتھ والی، کمال احمد صدیقی، مظفر عازم، صادق علی اثیر اور خضر مغربی صاحبان نے اپنا اپنا کلام سنایا۔

جلسے میں اکبر جے پوری سکریٹری بزم اردو نے اپنی اختتامی تقریر میں محکمہ تعلیم کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے ایف اے میں اردو کو ایک مضمون کی حیثیت دے دی۔ اس سلسلے میں انھوں نے بلقیس فاطمہ ایم۔ اے۔ تاج بیگم صاحبہ جناب غالب کشمیری، پروفیسر اکبر حیدری اور پروفیسر مقبول کاظمی صاحبان کا شکریہ ادا کیا۔ جنھوں نے جامعہ اردو علی گڑھ کے اردو امتحانات کی سرپرستی فرمائی۔

غالب کے مزار پر فاتحہ خوانی ۱۹۔ فروری کو دہلی میں مرزا غالب کے مزار پر فاتحہ خوانی کی رسم منائی گئی۔ جس میں اردو کے ممتاز شعرا اور ادیبوں نے شرکت کی۔

اس محفل کا آغاز غالب کے کلام سے ہوا۔ اس کے بعد شری ہری چند اختر، عرش ملسیانی، ساحر نظامی اور دیگر شعرا نے مرزا غالب پر نظمیں پڑھیں۔ اور ڈاکٹر ذاکر حسین نے مرزا غالب کے مزار پر چادر گل چڑھائی۔ ڈاکٹر محمد حسن نے اپنی تقریر میں غالب کو خراج عقیدت پیش کیا۔ ان کے بعد جناب مالک رام صاحب نے تقریر کی اور غالب کے کلام کی عظمت اور ہمہ گیری پر زور دیا۔

اس تقریب میں شرکت کرنے والوں میں پروفیسر ایم مجیب، بیگم پٹودی، بیگم اے فیضی۔ ڈاکٹر رام بابو سکسینہ اور پروفیسر محمد اجمل خاں بھی تھے۔

انتخابات اور اردو انتخابات کے سلسلے میں رائے دہندگان کو ضروری ہدایات دینے کے لئے ایک کتابچہ ہندی زبان میں ضلع الیکشن آفیسر لکھنؤ کی طرف سے شائع کیا گیا ہے۔

واضح ہو کہ کانگریس پارٹی اپنی انتخابی سرگرمیوں میں ہندی کے علاوہ اردو زبان کا استعمال بھی اب انتہائی فراخدلی کے ساتھ کررہی ہے۔

لیکن ہدایات کا کتابچہ اردو میں نہیں آیا۔ وہ الیکشن کی مجبوری یہ حکومت کا خمار ہے۔

اردو کا مسئلہ حیدرآباد میں (ریاست حیدرآباد کے حوالے سے)

پروفیسر ہارون خاں شروانی نے حیدرآباد میں ایک صحافتی بیان میں کہا کہ شہر حیدرآباد کی اردو بولنے والی آبادی کے ہی ووٹ کے سبب بلدیہ کی برسر اقتدار جماعت کو اقتدار حاصل ہوا ہے۔ اس لئے اخبارات میں شائع شدہ اس اطلاع پر بیحد مایوسی و افسوس کا اظہار کیا جارہا ہے کہ بلدیہ کی اسٹیرنگ کمیٹی نے اپنے اجلاس کے ایجنڈے سے اردو کو خارج کردیا ہے۔ جبکہ شہر حیدرآباد میں اردو بولنے والے حضرات کی تعداد ۸۰ فیصدی سے زائد ہے۔ اور نئی آندھرا پردیش اسمبلی کے اسپیکر نے بھی اردو کو تلنگی کے بعد دوسرا درجہ دیا ہے۔

مراسلات

انجمن کی مطبوعات

ہماری زبان برابر مل رہا ہے اس کی صوری و معنوی خوبیوں کے لئے جناب کی کوششیں قابل مبارکباد ہیں انجمن کی جدید تنظیم کے بعد سے اب تک جو کتابیں شائع ہوئی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ صرف ادبی چیزیں شائع ہو رہی ہیں اور دوسری علوم کی طرف توجہ نہیں کی جا رہی ہے۔ اس سلسلے میں جامعہ عثمانیہ نے جو کام کیا تھا وہ قابل تقلید ہے اور امید ہے کہ انجمن معاشیات، تجارت، اجماعیات اور دوسرے علوم وغیرہ پر عام فہم کتابیں شائع کرے گی۔ جو ایسے طالب علموں کے لئے جن کی مادری زبان اردو ہے کار آمد ثابت ہوں گی اور عوام بھی اس سے فائدہ حاصل کریں گے۔ (عبیداللہ شریف)

اصلاح انصار لائبریری (کامٹی)

کامٹی کی اصلاح انصار لائبریری نے ایک سال اور اردو زبان کی خدمت کرتے ہوئے گزار دیا۔ یہ لائبریری تیس سال سے اردو کی ترقی کے لئے سرگرم عمل ہے۔ نئے سال کے موقعے پر عہدہ داران و اراکین انجمن نے صدق دل سے عہد کیا ہے کہ وہ آئندہ بھی اردو کی بقا کے لئے کوشاں رہیں گے۔

جنتا لائبریری برہانپور

۱۵۔ فروری کو جنتا لائبریری برہانپور کی طرف سے ایک محفل مشاعرہ منعقد ہوئی جس میں مقامی شعراء کے علاوہ غلام ربانی تاباں بھی شریک تھے۔ موصوف نے تقریر بھی فرمائی اور اپنا کلام بھی سنایا۔ دیگر شعراء جنھوں نے بزم مشاعرہ میں کلام سنایا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں

جناب صابر، ریاضی، خلیق، جاوید، وصی عارف، اختر پیر ضیاءالرحمن انصاری، شفیق راز، اختر وارثی صاحبان نے شرکت فرمائی۔ (اقبال نجیب)

مشاعرہ

اکولہ (علاقہ بمبئی) میں عطار گلی مومن پورہ کے زیر اہتمام غلام حسین صاحب راز بالاپوری کی صدارت میں ایک طرحی مشاعرہ منعقد ہوا۔ جس میں مقامی شعرا کے علاوہ ذاکر کوڈوزی، مشکل افکاری امراوتی اور اثر بالاپوری نے شرکت کی

حضرت راز نے اپنے صدارتی خطبہ میں کہا کہ شمالی ہند کے بیس لاکھ اردو بولنے والوں نے انجمن ترقی اردو کی دستخطی مہم کو پورا کر کے اپنے بنیادی حق کو منوانا چاہا۔ لیکن اب تک کسی کو یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ حکومت کے دستوری حاکم اعلیٰ نے ان جذبات و احساسات کے ساتھ کیا کیا۔

بقیہ تبصرے

اور اس میں جغرافیہ یا ریاضی وغیرہ کے فارمولے تلاش کرے پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن دراصل انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لئے ایک کامل ہدایت نامہ اور لائحہ عمل ہے جس کا مقصد انسانیت کے معیار کی بلندی اور خلافت الٰہی کی تکمیل ہے۔ یہ اس کا اصلی نصب العین ہے اس کے علاوہ اور چیزوں کی حیثیت ثانوی ہے۔ دوسرے قرآن نے علم کی عظمت پر یقیناً بہت زور دیا ہے اور حصول علم کو من جملہ واجبات ٹھہرایا ہے۔ مگر اس علم سے وہی مراد ہے جو قرآن کے مقصد کو قریب لانے میں معین ہو۔ ورنہ علم کز تو ترانہ بستاند۔ جہل ازاں علم بہ بود بسیار۔ تیسرے یہ صحیح ہے کہ قرآن حکیم میں مظاہر قدرت کا بار بار ذکر آیا ہے اور مخلوق کو آیات الٰہی میں تفکر و تدبر کی دعوت دی گئی ہے۔ لیکن یہ چیزیں مقصود بالذات نہیں۔ مقصود بالغیر ہیں۔ کلام اللہ میں ان حقائق کو اس حیثیت سے دکھایا ہے کہ یہ خدائے پاک کی حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ کی نشانیاں ہیں۔

بہرحال ہمیں مسرت ہے کہ لائق مصنف نے ایک ضروری اور مفید بحث پر قلم اٹھایا ہے۔ اور امید ہے کہ وہ اس سلسلے کو آئندہ بھی جاری رکھیں گے۔

غیر معروف شعرا (۱)

نعیم دہلوی

مختار الدین احمد آرزو

نعیم دہلوی، حاتم و سودا کے معاصرین میں ہیں۔ مصحفی لکھتے ہیں .. معاصر حاتم کا تھا، چنانچہ اکثر مشاعروں میں گفتگوئیں طنز ایما کی ان کے درمیان آئی ہیں، اور کئی غزلیں انھوں نے باہم لڑائی ہیں۔ ایک دن حاتم نے مشاعرے میں یہ غزل پڑھی اور مطلع میں غزل کے طنز نعیم پر کی ہے۔

جس دن سے کوئے یار کا حاتم مقیم ہے
بہتر اسے خزاں سے بہار "نعیم" ہے

جب دور پڑھنے کا نعیم تک پہنچا تو انھوں نے بھی مطلع پڑھا۔

طلب نہ ہو تو سلیماں کی کچھ بھی خاتم ہے
لب سوال نہ ہووے تو ہیچ "حاتم" ہے

عشقی، قاسم، ذکا، میر حسن اور دوسرے تذکرہ نگار انھیں حاتم کا شاگرد لکھتے ہیں۔ ان کے اس شعر سے بھی تلمذ حاتم ثابت ہے۔

نہ اصلاح کرتا اگر اپنا حاتم / نعیم اس لطافت پہ دیواں نہ ہوتا

مصحفی کے دوست تھے وہ لکھتے ہیں کہ مرض استسقا میں انتقال ہوا۔ بقول قدرت اللہ شوق سال وفات ۱۱۵۵ھ ہے میر حسن نے بسیار بخود غلط، اور قاسم نے "نیک ذات ستودہ صفات" لکھا ہے۔ بقول قاسم و ذکا سپاہی پیشہ تھے، عشقی لکھتا ہے کہ ان کی اکثر غزلیں مطربان ہند کی زبان پر تھیں۔ مصحفی ان کے ضخیم دیوان کا ذکر کرتے ہیں لیکن دوسرے تذکرہ نگار انھیں ایک مختصر دیوان کا مصنف بتاتے ہیں۔

نعیم دیوان کا کیا ذکر اب مختصر دیوان کا مکمل نسخہ بھی دنیا سے فنا ہو چکا ہے۔ کیمبرج کے ایک کالج میں دیوان کا ایک غیر مکمل نسخہ جس میں ردیف "ل" تک کی غزلیں ہیں، دیکھنے میں آیا۔ میں اشاعت کے خیال سے دیوان کی مکمل نقل ساتھ لایا ہوں۔ ان کا یہ شعر مشہور ہے۔

آفت کی نشانی ہی رہے ہم تو زمیں پر
جو سنگ بلا چرخ سے آیا وہ ہمیں پر

اب نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

تیرے ابرو کا مجھ سے خم نہ گیا / جی سے میرے کبھو یہ غم نہ گیا
مرگئے ہم پہ تیرے دل میں سے / بدگمانی کا یہ بھرم نہ گیا
یادگاری تھے آہ قطرۂ خوں / تیغ قاتل پہ کیوں تو جم نہ گیا
پوچھ مت یار حال ہجراں کا / بے تری یاد ایک دم نہ گیا
خون دل سے تو بارے خشک ہوا / چشم سے لیکن آب و نم نہ گیا

تجھ سے ہر چند میں خفا بھی ہوا / غیر سے پر ترا کرم نہ گیا
دل و صبر و حواس چھوڑ گئے / ہاں مگر اک ترا الم نہ گیا
وہم گزرے ذہن میں لاکھ نعیم / ایک بھی پر سوئے عدم نہ گیا

یارب یہ نخل نالہ کب تک رسیدہ ہوگا / اپنا نخل تمنا کس دن دمیدہ ہوگا
آثار بے بری ہے نادان پیوند کشیدن / جو نخل بارور ہے قامت خمیدہ ہوگا
ممکن نہیں کہ ہم سا یو عاشق برشتہ / آفت رسیدہ ہوگا ہجراں کشیدہ ہوگا
سینہ فشردہ، پنہاں ہے جا بجا کچھ دل / کوئی بے قرار شاید یاں آرمیدہ ہوگا
مضمون دل نہ کہنا اس سے نعیم ہرگز / عیار ہے سمجھ کر تجھ سے رسیدہ ہوگا

عشق نے دل کو داغ دار کیا / رشک گل، غیرت بہار کیا
یہ وہ نالہ ہے اے بت سنگیں / سیکڑوں کے جگر سے پار کیا
بعد مرنے کے اپنے دل کے تئیں / ہم نے اپنا گل مزار کیا
آپ وہ جلوہ گر ہوا ورنہ / ہم نے سو سو طرح کنار کیا
آخر الامر تخم الفت نے / کشت امید سبزہ زار کیا
سخن عشق کون سنتا تھا / ہم نے یہ مذہب اختیار کیا
دل رفتہ کہیں پھرا ہے نعیم / نالہ کو ہم نے اب ہزار کیا

غم میں تیرے اے دل دار / سخت ہوئے ہیں زار و نزار
پوچھ نہ کچھ تو حالت دل / غم سے تیرے ہے بیمار
دن کو نالاں شب کو گریاں / یوں گزرے ہیں لیل و نہار
کیونکر ہم تک پہنچے تو / ایک انار اور صد بیمار
سرو کہاں، وہ قد ہے کہاں / اس میں کب ہے وہ رفتار
تیغ بکف اور چیں بہ جبیں / جاتا ہے کیدھر وہ خونخوار
میں تو یہاں ہوں بسم اللہ / یہ سر ہے اور یہ تلوار
کیا وعدہ ایسے کا نعیم / جس کے ہوویں یہ اطوار
دم میں کچھ ہو دم میں کچھ / صبح اقرار اور شام انکار

یہ غزلیں دیوان نعیم نسخہ کیمبرج سے ماخوذ ہیں۔

تبصرے

ضیاء احمد بدایونی

غیر ذمہ دار لڑکا۔ مصنف۔ عبدالغفار مدھولی

ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ دہلی۔ قیمت ۶ر آنے

یہ ایک چھوٹا سا ڈراما ہے جس کے مصنف عبدالغفار صاحب مدھولی ہیں۔ مصنف جامعہ ملیہ اسلامیہ میں استاد ہیں۔ اور ان کو کھیلوں کے ذریعے سے بچوں کو تعلیمی و اخلاقی مسائل سکھانے کا ڈھب خوب آتا ہے۔ وہ اس سے پہلے بھی متعدد ڈرامے اور دوسری تعلیمی کتابیں لکھ چکے ہیں۔

ڈرامے کی تعلیمی افادیت سب مانتے ہیں۔ مصنف نے اس ڈرامے میں ایک غیر ذمہ دار لڑکے کی کہانی پیش کی ہے جو سستی اور غیر ذمہ داری کے الزام میں لڑکوں کی عدالت میں حاضر کیا جاتا ہے۔ حاکم اور وکلا وغیرہ کی موجودگی میں بیانات ہوتے ہیں اور شہادتیں گزرتی ہیں۔ اور بالآخر یہ دیکھ کر کہ ملزم اپنی غلطی پر نادم ہے اور اس میں ایک بہتر تبدیلی ہو گئی ہے عدالت اس کو مزید کارروائی کے بغیر رہا کر دیتی ہے۔ ڈرامے میں کہانی کی تکنیک کے لحاظ سے ممکن ہے کچھ کمی ہو۔ لیکن وہ جس مقصد کے لئے لکھا گیا ہے اس کو بخوبی پورا کرتا ہے۔ زبان بھی آسان و سلیس ہے امید ہے کہ بچے اس کو ذوق و شوق سے پڑھیں گے۔

قرآن اور جغرافیائی مسائل کا ابتدائی مطالعہ

مصنفہ سید رضا علی صاحب رضوی ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ قیمت ۱۲ر آنے

یہ کتاب پاکستان حسینی مشن۔ راولپنڈی کے سلسلہ مطبوعات سے تعلق رکھتی ہے اور ہندستان میں جناب ڈاکٹر سید مجتبیٰ حسن صاحب کامون پوری۔ ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے مل سکتی ہے۔

مصنف نے اس مختصر رسالے میں نہایت مفید اور دلچسپ معلومات پیش کی ہیں۔ شروع میں علم جغرافیہ سے متعلق مسلمان علماء کی خدمات پر ایک کارآمد اجمالی تبصرہ ہے اس کے بعد انھوں نے قرآن مجید کی آیات کے حوالے دئے ہیں اور قرآنی حقائق کو موجودہ علمی دریافت سے تطبیق دینے کی کوشش کی ہے جس پر وہ یقیناً مستحق مبارکباد ہیں

اس خصوص میں چند امور کی وضاحت ضروری ہے تاکہ کوئی غلطی سے قرآن مجید کو جغرافیہ کی کتاب نہ سمجھ لے

(باقی ص ۱۲ پر)

ادبی حلقہ

انجمن ترقی اردو ہند نے اپنے ۱۰۔ فروری ۵۵ء کے جلسے میں ایک ادبی حلقے کے قیام کی تجویز منظور کی ہے جس کے اغراض و مقاصد اور قواعد کی تفصیل یہ ہے

(۱) مقاصد

حلقے کے ممبروں کو عام علمی، ادبی تحریکوں اور اردو ادب سے واقف رکھنا اور ان کے ادبی ذوق کی آبیاری میں حتی الوسیع اعانت کرنا

انجمن کی اردو کتابیں سستے داموں میں فراہم کرنا۔

ادبی اور علمی کاموں میں اراکین کی مدد کرنا اور ان کا اہل علم و ادب سے ربط پیدا کرنا۔

(۲) حصول مقاصد کے ذریعے

کبھی کبھی ادبی اور علمی صحبتیں ترتیب دی جائیں گی۔

موقت اور غیر موقت جرائد و رسائل شائع کئے جائیں گے۔

خط و کتابت سے مقاصد کی اشاعت کے ساتھ ممبروں میں ربط رکھا جائے گا۔

(۳) قواعد

ادبی حلقے کا رکن ہر وہ شخص بن سکتا ہے جو شرائط ذیل قبول کرے۔

حلقے کی رکنیت کی فیس سالانہ ۳۰/ روپے ہوگی۔ یکمشت یا دس دس کی چار ماہی تین قسطوں میں۔

حلقہ ممبروں کو ہر سال ۲۰/- روپے کی کتابیں اور اور انجمن کا سہ ماہی رسالہ قیمتی ۱۰/ روپے اور انجمن کا ہفتہ وار اخبار قیمتی ۳/- روپے کل ۳۸/ روپے کی مطبوعات پیش کرے گا

ارکان کو بقدر ۲۰/- روپے انجمن کی مطبوعات میں سے اپنی پسند کی کتابیں منتخب کرنے کا حق ہوگا۔ محصول ڈاک رکن کے ذمے ہوگا۔

تیس روپے کے عوض ۳۸/ روپے کی مطبوعات مندرجہ بالا صورت میں دی جائے گی۔ اس کے علاوہ اگر کوئی رکن انجمن کی دوسری کتابیں خریدے گا تو ان پر ۲۵ فیصدی کمیشن دیا جائے گا۔

انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ

مشترکہ قومیت کی تشکیل

میں

امیر خسرو کا حصہ

(بہ سلسلہ گزشتہ)

یہ تصور کرنا غالباً صحیح نہ ہوگا کہ مشترکہ قومیت کا اس قسم کا احساس خسرو کی ذات سے مخصوص تھا اور عام طور پر دونوں مذہبوں کے افراد کے دلوں میں مفقود تھا۔ جب ہم علاءالدین خلجی دہلوی کے فوجی کارناموں کا ذکر تاریخ کے اوراق میں پڑھتے ہیں اور مانڈو اور چتوڑ کے قلعوں کی تسخیر اور جنوبی ہندستان میں ملک کافور کی مہم اور وہاں کے بعض سربفلک مندروں اور محلوں کی تباہی و بربادی کی کیفیت ہماری نظر سے گزرتی ہے تو یہ خیال ہونے لگتا ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان اس زمانے میں ایک بڑی خلیج حائل تھی اور مسلمان اپنے مذہبی تعصب کی بنا پر ہر وقت ہندوؤں کی تخریب اور ایذا رسانی پر کمر بستہ رہتے تھے لیکن ہمیں یہ امر فراموش نہ کرنا چاہیے کہ ان فوجی مہموں میں مذہبی جذبہ کارفرما نہ تھا بلکہ سیاسی اور ملکی مصلحتیں ان کے پس پردہ تھیں۔ ان کا مقصد، جیسا کہ بعض مسلمان مصنفین نے لکھا ہے، اعلائے کلمۃ الحق کی طرح حق کا بول بالا کرنا نہ تھا بلکہ دنیوی مال و دولت کا فراہم کرنا تھا۔ نیز یہ کہ بادشاہوں یا بعض امیروں کے قول اور فعل سے عام مسلمانوں کے خیالات اور جذبات کا صحیح اندازہ نہیں ہوسکتا بلکہ ان خیالات اور جذبات کو ہمیں ان تحریروں میں تلاش کرنا چاہیے جو شاعروں اور ادیبوں نے دربار شاہی کی مصنوعی روایات اور مسموم ماحول سے دور اور الگ رہ کر لکھی ہیں اور جن میں ہندستان کے عوام کے حقیقی تصورات کی ترجمانی کی گئی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ خسرو کے زمانے تک ہندو اور مسلمان آپس میں بہت حد تک گھل مل گئے تھے۔ اور ان میں ایک مشترکہ قومیت کا احساس پیدا ہوچکا تھا۔ مذہبی عقائد کا اختلاف ایک حد تک ضرور موجود تھا۔ اگرچہ وہ بھی صوفی بزرگوں کی تعلیم و تلقین کی بدولت پہلے سے بہت کمتر ہوتا جارہا تھا لیکن بول چال، وضع قطع، رہن سہن، رسم و رواج میں یکسانیت پیدا ہوگئی تھی۔ کچھ باتیں مسلمانوں کی ہندوؤں نے اختیار کرلی تھیں اور کچھ ہندوؤں کی مسلمانوں نے۔ خراسانی عمامہ اب "پگ" اور چیرہ میں تبدیل ہوچکا تھا۔ چنانچہ خسرو دہلی کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

اے دہلی واے بتان سادہ　　پگ بستہ و چیرہ کج نہادہ

(اے دہلی اور اے نوجوان حسینو! پگڑیاں باندھے ہوئے اور چیرہ ترچھا رکھے ہوئے) دہلی والوں اور گرم قبلوں کی جگہ اب تنگ اور چست قبا نے لے لی تھی اور سب سے اہم چیز یہ تھی کہ دہلی اور اس کے گرد و نواح میں فارسی اور ہندستانی زبانوں کی آمیزش سے ایک نئی مخلوط زبان بننا شروع ہوگئی تھی جسے خسرو نے ہندوی لکھا ہے لیکن یہ عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے کہ اس قسم کے قومی رجحانات کو ادیبوں اور شاعروں کی تصانیف سے ہمیشہ تقویت پہنچی ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا کہ اپنے زمانے کے شاعروں اور ادیبوں میں خسرو ایک بہت ممتاز حیثیت رکھتے تھے بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ اگر ان کی گوناگوں صفات کو نہ صرف بہ حیثیت ایک شاعر اور ادیب کے بلکہ بہ حیثیت ایک ہمدرد انسان کے بھی مدنظر رکھا جائے تو اس زمانے کا کوئی ادیب یا شاعر خسرو کی گرد پا کو بھی نہ پاسکا۔ ایک ایسی مقتدر اور اہم شخصیت کا جو اثر عوام کے دلوں پر ہوگا۔ اور یقیناً تھا، ظاہر ہے کہ اس سے مشترکہ قومیت کے جذبے کو ترقی دینے میں بیش قیمت مدد ملی ہوگی۔ خسرو کا نام اب تک زبان زد خاص و عام ہے اس لئے نہیں کہ انھوں نے دہلی کے سلاطین کی مدح میں ایسے مبالغہ آمیز قصائد تصنیف کئے جو زور بیان اور روانی اسلوب میں ایران کے انوری اور خاقانی کے قصائد سے ہمسری کا دعویٰ کرتے ہیں بلکہ اس لئے کہ انھوں نے عوام کے دلوں کو اپنے سیدھے سادے فارسی اور ہندی کلام

سے موہ لیا تھا۔ وہ اپنے زمانے کے عوامی جذبات کے آئینہ دار تھے۔ ان کے دل میں بھی وہی جذبہ موجزن تھا جو ہندو اور مسلمان رعایا کے دلوں میں موجود تھا۔ وہ سب سے پہلے اپنے کو ہندستان کا ایک شہری سمجھتے تھے۔ اور اس شہریت پر انھیں فخر و ناز تھا۔ کیونکہ یہ ملک بقول ان کے ان کی جائے پیدائش ان کی پناہ گاہ اور ان کا وطن تھا۔

(ہست مرا مولد و ماویٰ و وطن۔ نہ سپہر)

امیر خسرو اس ہندی زبان پر پورا عبور رکھتے تھے جو ان کے زمانے میں دہلی میں رائج تھی اور خود ان کے قول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انھوں نے اس زبان میں بہت سے اشعار کہہ کر اپنے دوستوں اور ملاقاتیوں کو دیئے تھے اور اس طرح اس مشترکہ زبان اور اس کی مدد سے مشترکہ قومیت کی تشکیل میں ان کا بہت بڑا حصہ تھا۔ اسی غرض کے پیش نظر انھوں نے خالق باری کے نام سے ہندی اور فارسی کی ایک کار آمد لغات تیار کی جو آج تک بھی مشہور ہے۔ وہ سب اشعار، دوہے، پہیلیاں مکرنیاں، انمیل وغیرہ جو عام طور پر خسرو سے منسوب کئے جاتے ہیں اور جنھیں "جواہر خسروی" کے نام سے عرصہ ہوا علی گڑھ سے ایک جلد میں شائع کر دیا گیا تھا، یہ چیزیں یقیناً سب کی سب امیر خسرو کی نہیں ہیں۔ اس لئے کہ ان میں سے بعض کی زبان ایسی ہے جو خسرو کے زمانے میں رائج نہیں تھی، لیکن بالکل ممکن ہے کہ ان میں سے بہت سی چیزیں خسرو کے ذہن رسا ہی کی پیداوار ہوں۔ لیکن ان کا حقیقت میں خسرو کے قلم سے ہونا یا نہ ہونا ہمارے نقطہ نظر سے کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا، اس لئے کہ یہ واقعہ اپنی جگہ پر برقرار رہتا ہے کہ وہ ہندی یا ہندوی میں بھی شعر کہتے تھے اور اس طرح اس زبان کے قدیم ترین شعراء میں ان کا شمار ہو سکتا ہے جو ہندستان کی مشترکہ قومیت کی سب سے اہم علامت بھی ہے اور پیداوار بھی۔ اسی طرح خسرو نے شاعری کے ساتھ ساتھ موسیقی میں بھی کمال حاصل کر لیا تھا۔ ایک موسیقی دان سے شاعری اور موسیقی کے بارے میں بحث ہو گئی تھی، اس سلسلے میں کہتے ہیں۔ میں نظم کے تین دفتر (دیوان) تیار کر چکا ہوں اور اگر موسیقی پر لکھنا شروع کرتا تو اب تک اس کے بھی تین دفتر (جلدیں) تیار ہو جاتے۔ موسیقی کے فن میں ان کا نایک گوپال سے مقابلہ جس کا ذکر بعض مورخین نے کیا ہے، ممکن ہے فرضی ہو، تاہم یہ بات مسلم ہے کہ وہ موسیقی کے بڑے استاد مانے جاتے تھے اور انھوں نے ایرانی اور ہندستانی راگوں کو ایک دوسرے سے میل دے کر بہت سے نئے راگ اور راگنیاں ایجاد کیں جن کا ذکر راگ درپن، صورت المبارک اور موسیقی پر بعض اور تصانیف میں موجود ہے۔ اسی طرح ہندستان کے قدیم ساز وینا اور ایران کے ساز "تار" یا رباب کو ملا کر انھوں نے ایک نیا آلہ بنایا جس کو ستار کہتے ہیں اور جو آج کل ہندستان کے سازوں میں ایک بہت مقبول عام ساز ہے۔

غرض یہ کہ خسرو نے ہندستان کی مشترکہ قومیت اور مخلوط تہذیب کی تشکیل میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ فراموش نہیں ہو سکتیں اور آج جبکہ ہمارے ملک کے سیاسی اور معاشرتی حالات ایسے ہیں کہ اس مشترکہ قومیت کے نقوش کو ابھارنے کی بیش از بیش ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ ہم میں ان کی زندگی اور ان کی تصانیف کے مطالعے سے ایک نیا احساس یگانگت اور نیا جذبۂ عمل پیدا ہو سکتا ہے۔

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

(نیا دور لکھنؤ)

بقیہ رفتار

تازہ ترین سرورق "زنداں نامہ" کے ہندستانی ایڈیشن کا ہے جسے انجمن ترقی اردو ہند نے شائع کیا ہے۔ یہ سرورق ہندستان کے مایہ ناز مصور ستیش گجرال کا بنایا ہوا ہے اور فیض کی شاعری ہی کی طرح یہ سرورق بھی فن کا ایک ایسا نمونہ ہے جو دائمی دلکشی رکھتا ہے۔

اطہر پرویز پرنٹر پبلشر نے نیشنل پرنٹرس کمپنی میں چھپوا کر مرکزی انجمن علی گڑھ سے شائع کیا۔